اهم دینی موضوعات

نکات برائے درس و تدریس

مرکزی دفتر انجمن خدام القرآن سندھ کراچی
B/375 علامہ شبیر احمد عثمانی روڈ، بلاک 6، گلشن اقبال کراچی
فون: 34993436-7
E-mail: info@quranacademy.com
www.quranacademy.com

نام کتاب ——————— اہم دینی موضوعات (نکات برائے درس وتدریس)

طبع اوّل تا پنجم ——————— ۳۵۵۰

طبع ششم (ستمبر 2013ء) ——————— ۱۱۰۰

قیمت ——————— =/80روپے

ناشر ——————— انجمن خدام القرآن سندھ، کراچی

مقامِ اشاعت ——————— قرآن اکیڈمی، خیابانِ راحت، درخشاں، ڈیفنس، فیز6، کراچی۔

فون: 021-35340022-24

مطبع ——————— القادر پرنٹنگ پریس، کراچی: 32723748

Email: info@QuranAcademy.com

Website: www.QuranAcademy.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

فہرست

1	اسلام مذہب ہے یا دین؟	5
2	دینِ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے؟	15
3	جہاد فی سبیل اللہ	22
4	نبی اکرمؐ نے دین کیسے غالب کیا؟	29
5	اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت اور اساس	40

انتساب

ان باہمت حضرات وخواتین کے نام

جو حکمِ قرآنی

وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ (حج:78)

پر عمل کرتے ہوئے اور

اپنی بہترین صلاحیتیں لگاتے ہوئے

نظامِ باطل کے خاتمے اور دینِ حق کے غلبے کے لئے

مال وجان سے جہاد کر رہے ہیں

اسلام مذہب ہے یا دین؟

☆ اسلام کا مفہوم :

لغوی : گردن جھکانا، سرِ تسلیم خم کرنا، فرمانبرداری اختیار کرنا، حوالے کر دینا

To surrender , To submit

(البقرۃ 112، 131 ۔ النساء 125 ۔ الصّٰفّٰت 103)

اصطلاحی : ایک مکمل ضابطہء حیات - **A complete Code of life**

یعنی دین جس میں زندگی کے تمام گوشوں میں اللہ کی فرمانبرداری اختیار کی جائے۔ (آل عمران 19، المائدۃ 3)

☆ مذہب اور دین کا فرق :

- مذہب کا مفہوم :

- لغوی : روش - طریقہ - پناہ گاہ - اعتقاد

- اصطلاحی : ایسی باتوں کا مجموعہ جنہیں انسان اپنی ذات یا کائنات کے بارے میں بعض فطری سوالات کے جوابات کی وجہ سے یا ماحول کے زیرِ اثر اختیار کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔

- مذہب کا تعلق ہر انسان کی انفرادی زندگی سے ہوتا ہے اور یہ تین امور سے بحث کرتا ہے یعنی عقائد، عبادات اور رسومات۔

- فقہی مسالک کے لئے بھی لفظ مذہب استعمال کیا جاتا ہے مثلاً مذہبِ حنفی، مذہبِ شافعی وغیرہ

- دین کا مفہوم:

- لغوی: بدلہ (مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ - الفاتحة 3)

- اصطلاحی:

i- قانون/ضابطہ کیوں کہ بدلہ کسی قانون ہی کے تحت طے ہوتا ہے جیسے

دِیْنُ الْمَلِکِ (یوسف 76) یعنی بادشاہ کا قانون

ii- نظام کیوں کہ قانون نظام کے تحت بنتا ہے جیسے

یَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ - ہو جائے نظام پوری طرح سے اللہ کے لئے

(الانفال 39)

لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ - تا کہ وہ اُسے (دینِ حق) کو غالب کر دیں

پورے نظامِ زندگی پر (التوبہ 33، الفتح 28، الصف 9)

iii- اطاعت کیوں کہ نظام وہی ہے جس کی اطاعت کی جارہی ہو جیسے

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ - جان لو اللہ کے لئے ہے خالص اطاعت (الزمر 3)

- ایسے نظام کو جس میں قانون سازی کا اختیا عوام کے منتخب نمائندوں کو دے کر ان کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل کیا جائے **دین جمہور** کہا جاتا ہے۔

- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز بادشاہ کو مان کر اس کی اطاعت کی جائے **دین الملک** کہا جاتا ہے۔

- ایسے نظام کو جس میں قانون ساز اللہ کو مان کر اس کے عطا کردہ قوانین کو نافذ کیا جائے **دین اللہ** کہا جائے گا۔

گویا دین سے مراد وہ نظامِ حیات ہے جو جملہ معاملاتِ زندگی یعنی انفرادی و اجتماعی تمام معاملات میں رہنمائی کے لئے قوانین وضوابط وضع کرے اور ان کی روشنی میں بدلے یعنی

جزا و سزا کا تعین کرے۔ دین زندگی کے انفرادی گوشوں عقائد' عبادات اور رسومات کے ساتھ ساتھ اجتماعی گوشوں سیاست' معیشت اور معاشرت کے لئے بھی رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

☆ اسلام مذہب نہیں دین ہے!

- قرآنِ حکیم اور احادیثِ مبارکہ میں اسلام کے لئے مذہب کی نہیں بلکہ دین کی اصطلاح استعمال ہوئی ہے۔
- اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی دین ہے کیوں کہ صرف یہ ہی وہ مکمل ضابطۂ حیات ہے جو زندگی کے تمام گوشوں کے بارے میں رہنمائی فراہم کرتا ہے۔

(آلِ عمران 19 ۔ المائدہ 3)

☆ اسلام کی ہدایات انفرادی معاملات کے لئے:

عقائد : توحید، رسالت، آخرت

عبادات: نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج

رسومات: عقیقہ، نکاح، تجہیز و تکفین و تدفین

☆ اسلام کی ہدایات اجتماعی معاملات کے لئے:

سیاست: حاکم اللہ ہے - بندوں کے لئے خلافت

انسانوں کو انسان غلام نہیں بنا سکتے۔

معیشت : مالک اللہ ہے - بندوں کے لئے امانت

جاگیردار/سرمایہ دار غریبوں کا خون نہیں نچوڑ سکتے

معاشرت : خالق اللہ ہے- بندوں کے لئے مساوات

سب انسان برابر ہیں اور ہر اک کی جان' مال اور آبرو یکساں محترم ہے۔

زندہ قوت تھی جہاں میں یہی توحید کبھی

آج کیا ہے ؟ فقط اِک مسئلۂ علمِ کلام!

☆ زمینی حقائق :

اللہ کے نزدیک تو دین صرف اسلام ہی ہے لیکن اس وقت دنیا میں غالب تصور سیکولرزم کا ہے۔ اس کے تحت افرادا نفرادی زندگی میں مختلف مذاہب پر عمل کر سکتے ہیں لیکن اجتماعی زندگی میں اللہ کے احکامات کو سند یا ذریعہ رہنمائی نہیں بنایا جاسکتا اوراجتماعی معاملات' عوام کی کثرتِ رائے سے طے ہوں گے۔ گویا سیکولرزم کے تحت :

- ایک طرف ہمہ مذہبیت ہے اور دوسری طرف لادینیت
- انفرادی زندگی میں مختلف مذاہب پر عمل ممکن لیکن اجتماعی زندگی میں اللہ کے احکامات کو قبول نہیں کیا جاتا۔
- تاریخ انسانی میں نوع انسانی کی اللہ تعالیٰ سے بدترین بغاوت جس میں اس کی بڑائی کو عبادت خانوں تک محدود کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

☆ اسلام کے حوالے سے ہمارا طرزِ عمل:

ہماری اکثریت اسلام کو دین نہیں محض مذہب سمجھتی ہے' انفرادی سطح پر چند مذہبی شعائر پر عمل کر کے مطمئن ہے' اسلام میں پورے کے پورے داخل ہو جاؤ (البقرہ 208) کے حکمِ قرآنی کو فراموش کیے ہوئے ہے اور اسے بحیثیت دین اسلام کے مغلوب ہونے پر کوئی دکھ نہیں :

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

☆ دینِ اسلام مذہب کیسے بنا:

- طویل عرصے سے رائج خاندانی نظام ملوکیت کا تقدس اس طرح سے لوگوں پر اثر انداز ہوا کہ وہ انتہائی سادہ اور عادلانہ نظامِ خلافت کو ذہنی طور پر قبول نہ کر سکے۔
- حکمرانوں اور اہلِ مذہب نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے گٹھ جوڑ کیا اور دوبارہ سے ملوکیت اور جاگیرداری کا نظام قائم ہو گیا۔
- بادشاہوں نے سازش کے تحت ظلم و استحصال کے خلاف جذبات کو سرد کرنے کے لئے قرآن کے علاوہ دیگر علوم کی حوصلہ افزائی کی اور جس نے حق کی آواز بلند کی اسے سختی سے کچل دیا۔ وہ کیفیت پیدا ہو گئی کہ:

"مسلمان در گور - مسلمانی در کتاب"

- رفتہ رفتہ مسلمانوں میں دین کی وحدت ختم ہو گئی۔ سیاست اور دین جدا ہو گئے اور تین اجزاء پر مشتمل تثلیث وجود میں آئی:

بادشاہ اور جاگیردار **سیاسی امام** بن گئے۔

علماء **فقھی امام** بن گئے۔

صوفیاء **روحانی امام** بن گئے۔

- اہلِ دین صرف اہلِ مذہب بن گئے، علماء کا کام محض درس و تدریس، تصنیف و تالیف اور خطیب مفتی اور قاضیوں کی تیاری رہ گیا۔ صوفیاء کا کام محض تزکیہ نفس رہ گیا۔ باہر نکل کر باطل کے خلاف اعلانِ جہاد اور کشمکش کا معاملہ ختم ہو کر رہ گیا۔
- بعد ازاں جب ان طبقات میں دنیا داری اور بگاڑ آیا تو ایک تابعی عبداللہ بن مبارکؒ کو کہنا پڑا:

هَلْ اَفْسَدَ الدِّیْنَ اِلَّا الْمُلُوْکُ وَ اَحْبَارُ سَوْءٍ وَ رُهْبَانُهَا

اقبال نے اس صورتِ حال پر یوں تبصرہ کیا:

باقی نہ رہی تیری وہ آئینہ ضمیری

اے کشتہء ملائی و سلطانی و پیری

- ابتداء میں رجالِ دین کو مجبوراً اپنی سرگرمیاں محض مذہبی معاملات تک محدود کرنی پڑیں لیکن رفتہ رفتہ تصور ہی محدود ہو گیا اور مذہبی سرگرمیوں کو ہی کل دین سمجھا جانے لگا۔

- آج اس محدود تصور کے سب سے بڑے محافظ علمائے کرام اور ان کے زیرِ اثر کام کرنے والی تحریکیں ہیں۔

- اکثر و بیشتر حکومتیں بھی اس کام کی پذیرائی کرتی ہیں کیوں کہ یہ کام سیکولرزم کے ساتھ نہ صرف مطابقت رکھتا ہے بلکہ اس کے لئے معاون بھی ہے۔

☆ محدود مذہبی تصور کے نقصانات:

محدود مذہبی تصور کے تحت اسلام پر جزوی عمل ہوتا ہے جس کی سزا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذابِ شدید ہے (البقرہ: 85)

دنیا کا نقصان:

- امت کو باہم جوڑ کر رکھنے والا مقصد اقامتِ دین کی جدوجہد اور اس بارے میں متفرق نہ ہونا (الشوریٰ 13) نگاہوں سے اوجھل ہو گیا اور امت کی وحدت کا شیرازہ بکھر گیا۔

- ہمارے اکثر و بیشتر اختلافات کی بنیاد مذہبی امور ہیں۔ مذہبی شعائر پر ہی سارا زور دینے سے تنگ نظری اور اختلافات نے تفرقہ کی صورت اختیار کی اور ہم فرقہ واریت کے عذاب میں مبتلا ہو کر ایک دوسرے کی قوت کا مزا چکھ رہے ہیں۔(الانعام 65)

آخرت کا نقصان :

- دین کے حصے بخرے کرنا یعنی کچھ احکامات پر عمل کرنا اور کچھ کو نظر انداز کر دینا شرک ہے (الروم 31- 32)۔شرک ایسا جرم ہے جسے اللہ معاف نہیں فرمائے گا (النساء 48 اور 116) سوائے اس کے کہ انسان توبہ کر کے اصلاح کر لے۔

- جزوی اسلام پر عمل اللہ کے ہاں نا قابل قبول ہے اور آخرت میں خسارہ کا باعث ہے۔ ایسا کرنے والے ہدایت سے محروم رہتے ہیں اور ان پر اللہ، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہوتی ہے (آل عمران 85-87)۔

- اسلام کے عادلانہ نظام کے عدم نفاذ کی وجہ سے نوعِ انسانی ظلم کا شکار ہے۔اس زیادتی کے ذمہ دار ہم ہیں لہٰذا اس کا وبال روزِ قیامت ہم پر آنے کا اندیشہ ہے۔

☆ موجودہ صورت حال کا احادیثِ مبارکہ میں تذکرہ :

1 - موجودہ صورت حال کی کیا واضح پیشگوئی اس حدیثِ نبویؐ میں کی گئی ہے:

وَقَالَ النَّبِیُّ ﷺ

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا

یُوْشَکُ اَنْ یَّاْتِیَ عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ

اندیشہ ہے لوگوں پر ایسا زمانہ آنے کا کہ

لَا يَبْقٰى مِنَ الْاِ سْلَامِ اِلَّا اِسْمُهٗ

اسلام میں اس کے نام کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا

وَلَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ

اور قرآن میں اس کے رسم الخط کے سوا کچھ باقی نہیں رہے گا

مَسَاجِدُ هُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى

ان کی مساجد آباد لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی

عُلَمَآءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ

ان کے علماء آسمان کے نیچے بسنے والوں میں بدترین ہوں گے

مِنْ عِنْدَهُمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَفِيْهِمْ تَعُوْدُ

انہیں میں سے فتنے اٹھیں گے اور انہیں میں لوٹ جائیں گے (امام بیہقیؒ)

- علمائے حق سے دنیا کبھی خالی نہیں رہے گی لیکن فی الوقت اکثریت ایسے علماء کی ہے جو دینِ اسلام کا وسیع تصور دینے اور اقامتِ دین کے لئے جدوجہد کا جذبہ پیدا کرنے کے بجائے چھوٹے چھوٹے مذہبی معاملات ہی میں عوام کو الجھائے رکھتے ہیں۔

2- ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

بَدَأَ الْاِسْلَامُ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَأَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ (رواہ مسلم)

اسلام ابتدا میں لوگوں کے لئے اجنبی تھا اور یہ عنقریب دوبارہ اسی طرح ہو جائے گا

پس خوشخبری ہے اس وقت اسلام پر عمل کرنے والوں کے لئے

☆ کرنے کا اصل کام :

1- ضرورت اس بات کی ہے کہ دین کا صحیح علم سیکھیں تا کہ پھر سے اسلام کو اس کے صحیح تصور کے ساتھ زندہ کرنے کی جدوجہد میں شریک ہو سکیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے :

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْإِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّينَ دَرَجَةٌ وَّاحِدَةٌ فِي الْجَنَّةِ (سنن دارمی)

جسے موت آئے اس حال میں کہ وہ علم حاصل کر رہا ہو تا کہ اس کے ذریعہ اسلام کو زندہ کرے تو جنت میں اس کے اور انبیاءؑ کے درمیان صرف ایک درجے کا فرق ہوگا۔

کیا فردوسیء مرحوم نے ایران کو زندہ

خدا توفیق دے تو میں کروں اسلام کو زندہ

دین کے علم میں اصل اہمیت قرآن حکیم کے سیکھنے اور سکھانے کو حاصل ہے۔ چنانچہ ضرورت اس بات کی ہے کہ تعلیم و تعلم قرآن کو اسلام کے غلبے کے لئے بنیادی اہمیت دی جائے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے :

إِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ بِهٰذَا الْكِتَابِ أَقْوَامًا وَّيَضَعُ بِهِ اٰخَرِيْنَ

بے شک اللہ تعالیٰ اس کتاب کی بدولت قوموں کو عروج عطا کرے گا اور اس کتاب کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل کر دے گا۔ (مسلم)

2- جب یہ تصور بیدار ہوگا کہ اسلام مذہب نہیں دین ہے تو لازماً یہ حقیقت واضح ہوگی کہ

دین اپنی نوعیت کے اعتبار سے اپنا غلبہ چاہتا ہے۔وہ دین درحقیقت دین ہی نہیں جو غالب نہ ہو۔ایک معاشرے میں ایک ساتھ کئی مذاہب پر عمل ہوسکتا ہے، لیکن دین صرف اور صرف ایک ہی ہوگا۔ لہذا اسلام غالب ہوگا یا مغلوب۔ بقولِ اقبال:

ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

3 - اب مسلمان دین کے اس مطالبہ کو سمجھیں گے کہ محض عقائد‘ عبادات اور رسومات ہی سے اسلام پر عمل کا حق ادا نہ ہوگا بلکہ زندگی کے اجتماعی معاملات میں بھی اسلام کے احکامات کے نفاذ کے لئے جدوجہد کو ہمیں مقصدِ زندگی بنانا ہوگا:

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی

میں اسی لئے مسلماں میں اسی لئے نمازی

اَللّٰهُمَ اجْعَلْنَا مِنَ الَّذِیْنَ رَضُوا بِاللّٰهِ رَبًّا وَّ بِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَّ بِمُحَمَّدٍ ﷺ نَبِیًّا آمین

دینِ اسلام ہم سے کیا چاہتا ہے؟

1- اسلام کو بحیثیتِ دین قبول کرو۔ (آلِ عمران : 85)

2- پورے کے پورے اسلام پر عمل کرو۔ (البقرہ : 208)

- جزوی اسلام پر عمل شیطان کے نقشِ قدم کی پیروی ہے۔ (البقرہ : 208)

- جزوی اسلام پر عمل کی سزا دنیا میں رسوائی اور آخرت میں شدید عذاب ہے۔

(البقرہ : 85)

دینِ اسلام کے تقاضے

1- ایمان حقیقی کے حصول کی کوشش کرنا۔ (النساء : 136)

☆ ایمان کے دو درجے ہیں :

i- قانونی ایمان اِقْرَارٌ بِاللِّسَان - زبان سے اقرار (عمل سے تعلق نہیں)

ii- حقیقی ایمان تَصْدِیْقٌ بِالْقَلْب - دل سے تصدیق (عمل لازم وملزوم)

- صرف زبان سے اقرار اور دل میں یقین نہیں تو یہ نفاق ہے (المائدہ : 41)

- صرف دل میں یقین اور زبان سے اقرار نہیں تو یہ کفر ہے (النمل : 14)

- دنیا میں قانونی طور پر مومن ہونے کی بنیاد : زبان سے اقرار (النساء : 94)

- آخرت میں حقیقی مومن قرار پانے کی بنیاد : زبانی اقرار اور دل میں یقین

ہماری اکثریت حقیقی ایمان سے محروم ہے!

- اگر ہم مومن ہوتے تو آج دنیا میں غالب ہوتے۔ (آلِ عمران : 139)

- ’’تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہشِ نفس اس شریعت کے تابع نہ ہوجائے جو میں لایا ہوں‘‘ (از شرح السنة فی اربعین و مشکوٰۃ)

☆ حقیقی ایمان کے حصول کے ذرائع :

i - صحبتِ صادقین (التوبہ : 119) (صادقین کی وضاحت الحجرات: 15)

ii - سلفِ صالحین کی سیرت کا مطالعہ

iii - قرآنِ حکیم پر غور وفکر سے (الحدید : 9 ' الانفال : 2 ' التوبہ : 124)

2 - ارکان اسلام ادا کرنا :

- باقاعدگی سے نماز پڑھنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا، صاحب نصاب ہوں تو ہر سال زکوۃ ادا کرنا اور صاحب استطاعت ہوں تو زندگی میں ایک بار حج کرنا۔

ارکانِ اسلام ذریعہ ہیں مقصود نہیں!

- نماز یادالٰہی ' عہدِ بندگی کی یاددہانی ' اللہ کی مدد کے حصول اور برائی و بے حیائی سے بچنے کا ذریعہ ہے۔(طٰہٰ: 14، الفاتحہ : 4، البقرہ: 153، العنکبوت: 45)

- زکوٰۃ نفوس کی پاکیزگی اور تزکیہ کا ذریعہ ہے۔ (التوبہ : 103)

- روزہ تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔(البقرہ : 183)

- حج مسلمانوں میں مرکزیت ' اتحاد' مساوات اور عالمگیر برادری سے تعلق کا شعور پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔

3- پوری زندگی میں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بندگی کرنا :

-اس تقاضے کی ادائیگی کی طرف قرآنِ حکیم میں چار اصطلاحات کے ذریعہ متوجہ کیا گیا:

i - اسلام - گردن جھکا دینا' فرماں برداری اختیار کرنا(**To submit**)' حوالے کردینا(**To surrender**) (البقرۃ 112، 131، النساء 125)

ii - اطاعت - خوشی خوشی کہنا ماننا ' دلی آمادگی کے ساتھ فرمانبرداری اختیار کرنا۔

قرآنِ حکیم میں 11 بار اللہ اوراس کے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

iii - تقوٰی - بچنا۔ اللہ کا تقوٰی اختیار کرنے سے مراد ہے اس کی نافرمانی سے بچنا اور اس کی ناراضگی کا خوف رکھنا۔ قرآنِ حکیم میں 67 بار اللہ کا تقوٰی اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔

iv - عبادت - ہر وقت اور ہر معاملہ میں کسی کی کلی اطاعت کرنا۔

- قرآنِ حکیم میں اللہ کی عبادت کو جن وانس کا مقصدِ تخلیق قرار دیا گیا۔

(الذاریات : 56)

- ہر نبیؑ نے اپنی قوم کو اور نبی اکرمؐ نے پوری نوعِ انسانی کو اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ قرآنِ حکیم میں 33 بار اللہ کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا۔

- عبادت کو محض عبادات سمجھ لینا عبادت کا محدود اور ناقص تصور ہے۔

- عبادت کا لفظ عبد سے نکلا ہے جس کے معنی ہوتے ہیں غلام۔ جس طرح غلام کو اپنے آقا کی ہر بات ہر وقت ماننی ہوتی تھی اسی طرح اللہ کی عبادت کا مطلب ہے ہر وقت اور زندگی کے ہر معاملہ میں اللہ کی اطاعت کرنا۔

- غلامی اور ملازمت کے فرق پر غور کرنے سے عبادت کا وسیع مفہوم واضح ہوتا ہے۔

- البتہ غلامی محض کلی اطاعت ہے خواہ یہ مجبوری کے ساتھ ہو جبکہ :

عبادت = اطاعت کلی (جسم) + محبت قلبی (روح)

4- دوسروں کو اللہ کی مکمل بندگی کی دعوت دینا :

- جس طرح برف اپنے ماحول کو ٹھنڈا کرتی ہے اور آگ گرم اسی طرح فطری بات ہے کہ جو شخص خود اللہ کی مکمل بندگی کر رہا ہو وہ ماحول پر بھی اثر انداز ہوگا۔

- انسانی ہمدردی اور مروت کا تقاضا ہے کہ زندگی کی جو روش اپنے لئے پسند کی ہے اسی کی دعوت دوسروں کو بھی دی جائے۔

- انسان کی غیرت وحمیت کا تقاضا ہے کہ جس بات کو حق سمجھتا ہو اس کو عام کرے اور جس بات کو غلط سمجھتا ہو اس کا راستہ روکنے کی کوشش کرے۔
- ختمِ نبوت کی وجہ سے امتِ محمدیہؐ کے ہر فرد پر دین کی دعوت دینا فرض ہے اور قرآنِ حکیم میں چار اصطلاحات کے ذریعہ اس فرض کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے:

i - تبلیغ - پہنچانا (المائدہ :67)

نبی اکرمؐ کے ارشادات ہیں:

بَلِّغُوا عَنِّی وَلَوْ اٰیَةً میری طرف سے پہنچاؤ خواہ ایک ہی آیت (بخاری)

فَلْیُبَلِّغِ الشَّاهِدُ الْغَائِبَ پہنچائیں حاضرین ان تک جو موجود نہیں ہیں (مسلم)

ii - دعوت - بلانا (یوسف :108، النحل :125، حم السجدۃ: 33)

iii - امر بالمعروف نہی عن المنکر - نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا (آل عمران: 104، 110)

iv - شہادت علی الناس - لوگوں پر قول وعمل سے حجت قائم کرنا تا کہ قیامت کے دن اللہ کی عدالت میں گواہی دی جا سکے کہ پروردگار! ہم نے تیرا دین لوگوں تک پہنچا دیا تھا (البقرۃ :143 ' الحج :78)

- روزِ قیامت نبی اکرمؐ سرکاری گواہ کے طور پر ہمارے بارے میں گواہی دیں گے کہ میں نے ان تک دین پہنچا دیا تھا (النساء: 41)۔ پھر ہمیں ایسی ہی گواہی اپنے اپنے دور کے لوگوں کے بارے میں دینا ہوگی۔ اگر ہم نے یہ فریضہ ادا کیا تو ہم سُرخرو ہو جائیں گے ورنہ لوگوں کی گمراہی کا وبال بھی ہمارے سر آئے گا۔

دعوت و تبلیغ کے حوالے سے اہم نکات:

i - بنیادی طور پر قرآنِ حکیم کو ذریعۂ تبلیغ بنایا جائے کیوں کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ ، بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْکَ ، لِتُبَشِّرَ بِهٖ ، لِتُنْذِرَ بِهٖ

ii - سنتِ نبویؐ کی روشنی میں تبلیغ کے دائرہ کار کے حوالے سے "الاقرب فالاقرب" کی تدریج کو ملحوظ رکھا جائے۔

- خاندان -- رشتہ دار -- قوم -- دیگر اقوام
- نبی اکرمؐ نے صلح حدیبیہ (فتح مبین) کے بعد بیرونِ عرب تبلیغ کا دائرہ وسیع کیا۔

iii - تبلیغ کے لئے جدید ذرائع ابلاغ کو استعمال کیا جائے تاکہ ہر سطح پر بدی کی قوتوں کا مقابلہ کیا جا سکے۔

iv - سورۃ نحل آیت: 125 کی روشنی میں تین سطحوں پر دعوت و تبلیغ کا کام کیا جائے:

ذہین طبقات -- حکمت یعنی دلائل کے ساتھ

عوام الناس -- اَلْمَوْعِظَةُ الْحَسَنَةَ یعنی دردبھرے وعظ کے ساتھ

معترضین اور فتنہ اٹھانے والے -- مجادلہ احسن یعنی عمدہ بحث ومباحثہ کے ساتھ

v - امر بالمعروف کے ساتھ نہی عن المنکر کو بھی اختیار کیا جائے جس کی تین سطحیں ہیں:

مَنْ رَای مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذٰالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

vi - دعوت و تبلیغ کا ہدف دین کا غلبہ ہونا چاہیئے۔ (المدثر: 1- 3)

5- اللہ کے دین کو غالب کرنے کی کوشش کرنا:

- امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا تقاضا
- اتمام حجت کے لئے ضروری
- ثابت کیا جائے کہ اسلام قابل عمل ہے۔
- قرآنِ حکیم میں چار اصطلاحات کے ذریعہ اس فرض کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے:

i - تکبیر رب - رب کو بڑا کرنا یعنی رب کی بڑائی کو تسلیم کرانا۔

(المدثر: 3، بنی اسرائیل: 111)

ii - اظہارِ دین - دین کو غالب کرنا (التوبہ : 33 ' الفتح : 28 ' الصف : 9)

iii - يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ - دین کل کا کل اللہ کے لئے ہو جائے۔

(البقرہ : 193 ، الانفال:39)

دین کو اجزاء میں تقسیم نہ کیا جائے۔ نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ بھی جاری ہوں اور معیشت میں سود' معاشرت میں بے پردگی اور سیاست میں طاغوتی نظام کی اطاعت بھی جاری رہے۔ جس طرح عبادت وہی ہوگی جو پوری زندگی پر محیط ہو اسی طرح اقامت دین پورے اور مکمل دین کی ہوگی یعنی کل کا کل نظام حیات اللہ کے لئے ہو۔

iv - اقامتِ دین - دین کو قائم کرنا / رکھنا (الشوریٰ : 13)

اقامتِ دین کی جدوجہد کے حوالے سے اہم نکات :

- اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ حقوق اللہ میں سے ہے۔ ایسے لوگ کافر' مشرک اور باغی ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے (مائدہ : 44 ' 45 ' 47)۔ ان وعیدوں سے بچنے کے لئے ہم پر اقامتِ دین کی جدوجہد لازم ہے۔
- اللہ کے دین کا نفاذ حقوق العباد میں سے بھی ہے کیوں کہ عدل وانصاف صرف اور صرف اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی نظام خلافت کو قائم کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ لہذا بندوں کو ظلم و ستم سے بچانے کے لئے عدل کا علمبردار بن کر کھڑا ہونا ہماری ذمہ داری ہے۔ (النساء : 135 ،المائدہ :8)
- دعوتِ دین کا کام نسبتاً آسان ہے لیکن اقامتِ دین یعنی عادلانہ نظام کے قیام کی جدوجہد کا کام مشکل ہے اور بغیر تصادم کے ناممکن ہے۔ (الحدید : 25)

دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے لوازمات

نماز فرض ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لئے وضو لازم ہے اور حج فرض ہے لیکن اس کی ادائیگی کے لئے احرام لازم ہے۔ اسی طرح دین کے تقاضوں کی ادائیگی کے لئے دو لوازمات ہیں:

1- کسی اجتماعیت میں شمولیت:

جس طرح نماز کی ادائیگی، روزے کی عبادت اور حج کے لئے اجتماعیت ضروری ہے، اسی طرح اپنے ایمان کو محفوظ رکھنے، ذاتی زندگی میں اللہ کی بندگی کرنے، دین کی دعوت دینے اور غلبہ ٔ دین کی جدوجہد کے لئے بھی جماعت کی ضرورت ہے۔ ایک حدیثِ مبارکہ کے الفاظ ہیں:

لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ   اسلام ہے ہی نہیں بغیر جماعت کے   (سنن دارمی)

2- جہاد فی سبیل اللہ:

نفسانی خواہشات، باطل نظریات اور ظالمانہ نظام کے خلاف جہاد ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَ جَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسے کہ اس کی راہ میں جہاد کا حق ہے (الحج: 78)

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کے تمام تقاضے ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس کے لئے اجتماعی طور بھرپور انداز سے جہاد کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمایئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب بعنوان

دینی فرائض کا جامع تصور

جہاد فی سبیل اللہ

☆ موضوع کی اہمیت :

- اللہ تعالیٰ کا تاکیدی حکم	سورۂ حج آیت 78
- اللہ اور رسولؐ سے محبت کا عملی ثبوت	سورۂ توبہ آیت 24
- ایمانِ حقیقی کا جزوِ لازم	سورۂ حجرات آیات 14 - 15
- ہدایت کے حصول کا یقینی ذریعہ	سورۂ عنکبوت آیت 69
- دردناک عذاب سے نجات کا ذریعہ	سورۂ صف آیات 10-11

☆ جہاد فی سبیل اللہ کا مفہوم :

لفظِ جہاد کا مادہ ہے ج ہ د ۔ جُہد کے معنی ہیں کوشش کرنا (To Strive)

جہاد کے معنی ہیں کشاکش یعنی کوششوں کا باہم ٹکرانا (To Struggle against)

کشاکشِ خس و دریا ہے دیدنی کوثر
الجھ رہے ہیں زمانے سے چند دیوانے

”جہاد فی سبیل اللہ سے مراد ہے ایسی کشاکش جس کا مقصد اللہ کے دین کی سربلندی ہو“ (متفق علیہ)

☆ جہاد فی سبیل اللہ کی فرضیت :

جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے کوشش کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے کیوں کہ :

- اللہ کی زمین پر اللہ کے دین کا نفاذ حقوق اللہ میں سے ہے۔ ایسے لوگ کافر، مشرک

اور باغی ہیں جو اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے۔

(سورہ مائدہ آیات: 44' 45' 47)

- اللہ کے دین کا نفاذ حقوق العباد میں سے بھی ہے کیوں کہ عدل وانصاف صرف اور صرف اللہ کے عطا کردہ نظام یعنی نظام خلافت کو قائم کرنے سے حاصل ہوسکتا ہے۔ لہذا بندوں کو ظلم وستم سے بچانے کے لئے عدل کا علمبردار بن کر کھڑا ہونا ہماری ذمہ داری ہے۔ (سورہ نساء: 135، سورہ مائدہ: 8)

☆ جہاد فی سبیل اللہ کے حوالے سے مغالطے:

1- جہاد کو صرف قتال یعنی جنگ کے معنی دے دیے گئے۔

2- جہاد کو محض قتال سمجھتے ہوئے فرض کفایہ قرار دے دیا گیا۔

3- مسلمانوں کی ہر جنگ کو جہاد فی سبیل اللہ قرار دے دیا گیا جس سے اس مقدس اصطلاح کا تقدس بری طرح سے مجروح ہوا۔

☆ جہاد کی اقسام:

1- منفی جہاد: غلط مقاصد کے لئے یا ناجائز ذرائع کے ذریعہ

(سورہ لقمان آیت 15 ' سورہ نساء آیت 76)

2- مثبت جہاد:

i — بقائے ذات اور بقائے نسل کے لئے جہاد جہادِ زندگانی

مجھے مسجد سے مکتب کی طرف تقدیر نے کھینچا
تنازع للبقاء کی آہنی زنجیر نے کھینچا

ii — حقوق یا آزادی کے لئے جہاد

iii — کسی نظریہ کی سربلندی کے لئے جہاد۔ اعلیٰ ترین نظریے یعنی

دینِ اسلام کے غلبے کے لئے جہاد کو کہا جاتا ہے **جہاد فی سبیل اللہ**

☆ جہاد فی سبیل اللہ کی منازل :

1- ذاتی زندگی میں اللہ کی کامل بندگی کے لئے :

تین مراحل : i - نفس کے خلاف سورہ یوسف : 53 **افضل جہاد**

ii - شیطان کے خلاف سورہ فاطر : 6

iii - بگڑے ہوئے معاشرے کے خلاف سورہ انعام : 116

ذرائع : i - قرآنِ حکیم (مَوْعِظَة - شِفَاءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْر) یونس : 57

ii - انفاقِ مال (تزکیہ نفس کے لئے) سورہ توبہ :103

iii - بذلِ نفس - جان کھپانا (اطاعت و فرمانبرداری کے لئے)

iv - پاکیزہ ماحول سے وابستگی سورہ توبہ :119

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

2- دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے لئے :

تین مراحل : سورہ نحل آیت 125 کی روشنی میں

i - معاشرے کی ذہین اقلیت تک ابلاغ کے لئے حکمت یعنی دلائل کے ساتھ جہاد

ii - عوام الناس تک ابلاغ کے لئے موعظہ حسنہ یعنی پُرسوز وعظ و نصیحت کے ساتھ جہاد

iii - اعتراضات کرنے والوں اور فتنے اٹھانے والوں کے خلاف مجادلہ احسن یعنی عمدہ بحث و مباحثہ کے ساتھ جہاد

ذرائع : i - قرآنِ حکیم وَ جَاهِدْهُمْ بِهٖ جِهَادًا كَبِيْرًا الفرقان :52

فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ ، بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ ،

لِتُبَشِّرَ بِهٖ ، لِتُنْذِرَ بِهٖ

ii - زبان/ قلم (تقریر وتحریر)

iii - انفاقِ مال دین کے فروغ کے لئے مختلف ذرائع پر مال خرچ کرنا

iv - بذلِ نفس جان کھپانا دینی تعلیمات سیکھنے اور عام کرنے کے لئے

v - کسی انجمن یا ادارے سے وابستگی سورہ آلِ عمران :104

3- اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے :

تین مراحل : i - صبرِ محض (Passive Resistance) سورہ نساء : 77

مخالفت کے جواب میں بدلہ نہ لینا لیکن اپنے موقف پر ڈٹے رہنا

ii - اقدام (Active Resistance) سورہ حج آیت :39

مناسب قوت کی فراہمی پر نظامِ باطل کو چھیڑنا۔

iii - مسلح تصادم (Armed Conflict) سورہ بقرہ آیت :216

جنگ - قتال فی سبیل اللہ اعلیٰ جہاد

ذرائع : i - انفاقِ مال ii - بذلِ نفس

iii - منظم جماعت - حدیث میں پانچ باتوں کا حکم (ترمذی)

نوٹ : i- پہلی دو منزلوں کا جہاد اسی وقت جہاد فی سبیل اللہ ہوگا جب کہ

تیسری منزل یعنی غلبہء دین کی جدوجہد پیشِ نظر ہو۔

ii - باطل نظام کے تحت زندگی بسر کرنا گناہ ہے جس کا کفارہ یہ ہے کہ اس

نظام کے خلاف اور غلبہء دین کے لئے مسلسل جدوجہد کی جائے۔

☆ جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع :

- جہاد فی سبیل اللہ کی تمام منازل پر مال و جان دونوں سے جہاد کرنا پڑتا ہے۔ اسی لئے قرآنِ حکیم میں 9 بار مال اور جان کے ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کا تذکرہ کیا گیا ہے۔
- ایک حدیثِ نبویؐ میں جہاد بالقلب' جہاد باللسان اور جہاد بالید کے الفاظ آئے ہیں یعنی دل' زبان اور ہاتھ کو جہاد فی سبیل اللہ کے ذرائع قرار دیا گیا ہے :

مَا مِنْ نَّبِیٍّ بَعَثَهُ اللّٰهُ فِی اُمَّتِهٖ مِنْ قَبْلِی اِلَّا کَانَ لَهٗ فِی اُمَّتِهٖ حَوَارِیُّوْنَ وَ اَصْحَابٌ یَّاْخُذُوْنَ بِسُنَّتِهٖ وَ یَقْتَدُوْنَ بِاَمْرِهٖ ثُمَّ اِنَّهَا تَخْلُفُ مِنْ بَعْدِهِمْ خُلُوْفٌ یَّقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ وَ یَفْعَلُوْنَ مَالَا یُؤْمَرُوْنَ فَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِیَدِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِلِسَانِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَمَنْ جَاهَدَ هُمْ بِقَلْبِهٖ فَهُوَ مُؤْمِنٌ وَ لَیْسَ وَرَآءَ ذٰلِکَ مِنَ الْاِیْمَانِ حَبَّةُ خَرْدَلٍ (مسلم)

"اللہ تعالیٰ نے مجھ سے پہلے کسی امت میں کوئی نبیؑ نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے کچھ حواری اور صحابی ہوتے تھے جو اس نبیؑ کی سنت پر عمل کرتے تھے اور اس کے احکامات کی پیروی کرتے تھے۔ پھر ان کے بعد ان کے جانشین ایسے لوگ بن جاتے ہیں جو کہتے وہ ہیں جو کرتے نہیں اور کرتے وہ ہیں جس کا حکم ہی نہیں دیا گیا۔ تو جو کوئی ان سے ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور جو کوئی ان سے زبان سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور جو کوئی ان سے دل سے جہاد کرے گا وہ مومن شمار ہوگا اور اس کے بعد تو رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں"۔

☆ جہاد و قتال فی سبیل اللہ کا فرق :

جہاد عام ہے اور قتال خاص۔ جہاد کی اعلیٰ ترین صورت قتال ہے۔ جہاد ہر مسلمان پر

ہر وقت فرض ہے جبکہ قتال عام حالات میں فرضِ کفایہ ہے (سورہ نساء آیت :95) اور نفیرِ عام کی صورت میں فرض ہے (سورہ توبہ آیات: 38 - 39)۔ نبی اکرمؐ کا ارشاد ہے:

اَلْجِهَادُ مَاضٍ مُنْذُ بَعَثَنِيَ اللّٰهُ اِلٰى اَنْ يُّقَاتِلَ اٰخِرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ الدَّجَّالَ

جہاد جاری ہے اس وقت سے جب سے اللہ نے مجھے مبعوث کیا تھا اور یہ جاری رہے گا اس وقت تک جب کہ میری امت کا آخری حصہ دجال سے جنگ کرے گا (ابوداؤد)

گویا جہاد تو نبی اکرمؐ کی بعثت کے آغاز ہی سے شروع ہو گیا اور پورے مکی دور میں بھی جاری رہا لیکن قتال یعنی مسلح تصادم کا آغاز بعثت سے پندرہ برس بعد یعنی 2 ہجری میں غزوہ بدر سے ہوا۔

☆ مسلح تصادم کے آغاز کے لئے شرائط:

- ایک امیر کی قیادت میں منظم جماعت کا قیام
- جماعت میں شامل فدائین نے اپنے سیرت و کردار کا اثر قائم کر دیا ہو۔
- جماعت نے معاشرے میں دعوت پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہو۔
- اسباب کے حوالے سے فتح کا غالب امکان محسوس ہو (مشکل فیصلہ -- مکی دور میں مسلح تصادم کا آغاز کیوں نہیں کیا گیا)
- متحارب گروہ سے اگر کوئی معاہدہ ہے تو اسے علی الاعلان ختم کر دیا گیا ہو۔

(سورہ انفال آیات 58، 72)

☆ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل و اوّلین میدان:

ہر نبیؑ کی سنت ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا اصل و اوّلین میدان اپنا علاقہ ہے۔ اگر

وہاں غلبۂ دین کی جدوجہد ممکن نہ ہو تب کہیں اور ہجرت کی جا سکتی ہے۔

☆ مسلح تصادم کے لئے مسلم معاشرہ میں دورِ حاضر کی مشکلات:

- باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے مقابلہ
- کلمہ گو مسلمانوں سے تصادم کے لئے سخت شرائط:

i- حکمران کھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں۔

ii- مناسب اسباب کی اس حد تک فراہمی کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔

- موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور عوام میں عدم توازن۔

☆ متبادل راستہ نہی عن المنکر بالید صبر محض کے انداز میں:

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْهُ بِیَدِهٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِهٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِهٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اسے چاہیئے کہ وہ اسے ہاتھ سے بدل دے ' اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

موجودہ حالات میں مسلح تصادم کا متبادل ہے کسی منکر یا ظلم کے خلاف عدم تعاون اور سول نافرمانی کی پر امن تحریک اور اس منکر یا ظلم کے خاتمہ تک ہر تشدد برداشت کرتے ہوئے اہم و حساس مقامات کا منظم و پر امن گھیراؤ کرنا۔

> تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمایئے ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی کتاب بعنوان
>
> **جهاد فی سبیل الله**
>
> اصل حقیقت ' اہمیت ولوازم اور مراحل و مدارج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے
دین کیسے غالب کیا

☆ تمہیدی نکات :

1 - قرآنِ حکیم میں تین بار نبی اکرم ؐ کی بعثت کا مقصد اللہ کے دین کا غلبہ بیان کیا گیا۔
(سورۂ توبہ آیت :33، سورہ فتح آیت : 28، سورہ صف آیت : 9)

متذکرہ بالا آیات سیرۃ النبی ؐ کے فہم کے لئے کلید کا درجہ رکھتی ہیں کیوں کہ ان آیات میں وہ مقصد بیان کیا گیا ہے جس کے حصول کے لئے نبی اکرم ؐ اور آپ ؐ کے ساتھیوں نے مال وجان کی بے مثل قربانیاں پیش کیں۔

2 - نبی اکرم ؐ نے محض 21 برس کے مختصر عرصہ میں جزیرہ نما عرب پر دینِ اسلام غالب کر دیا۔

3 - غلبۂ دین کے لئے دورِ جدید کی اصطلاح ہے انقلاب۔ انقلاب کا لغوی مفہوم ہے تبدیل ہونا اور اصطلاحی مفہوم ہے انسانی زندگی کے کسی اجتماعی گوشہ یعنی سیاست، معیشت یا معاشرت میں بنیادی تبدیلی۔

4 - انقلاب کے طریقۂ کار اور مراحل کو سمجھنے کا واحد ذریعہ سیرۃ النبی ؐ کا مطالعہ ہے کیوں کہ :

1 - نبی اکرم ؐ نے پوری تاریخ انسانی کا ہمہ گیر اور کامل ترین انقلاب برپا کیا جس کے نتیجہ میں انسانی زندگی کے انفرادی واجتماعی تمام گوشوں میں تبدیلیاں رونما ہوئیں ۔

2- آپ ؐ کی سیرت ایک ہی Life span میں مکمل انقلاب برپا کرنے کی واحد مثال ہے۔

☆ مطالعہ سیرۃ النبیؐ :

کل نبویؐ زندگی : 23 برس 13 برس مکی + 10 برس مدنی

مکی دور

☆ 1 تا 3 نبوی ﷺ :

- دعوت ذاتی رابطے کے ذریعہ - خاندانِ بنی ہاشم کو دعوت
- ایمان لانے والے دو طبقات نوجوان اور غلام
- مخالفت زبانی کلامی اور نفسیاتی طور پر
- وَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ کی بار بار تلقین۔

☆ 4 تا 6 نبوی ﷺ :

- دعوت علی الاعلان - دارِارقم --- تربیت کا مرکز
- مخالفت، تشدد اور مارپیٹ کے ذریعہ
- صحابہ کرامؓ کو ہدایت : ''کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ'' اپنے ہاتھ روکے رکھو

''اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ'' برائی کا جواب اچھائی سے دو

- حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا قبول اسلام - ہجرتِ حبشہ
- قریش کی طرف سے عمارہ بن ولید کے بدلے محمدؐ کو ان کے حوالے کرنے کی تجویز
- نبی اکرمؐ کو بادشاہت، دولت اور خوب صورت ترین عورت سے شادی کی پیشکش
- قریش کی طرف سے جنگ کی دھمکی

☆ 7 تا 9 نبوی ﷺ :

- خاندان بنی ہاشم کا بائیکاٹ - شعبِ بنی ہاشم میں محصوری

☆ 10 نبوی ﷺ :

- شعبِ بنی ہاشم سے رہائی
- قریش کی طرف سے سودے بازی کی پیشکش
- ابوطالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا انتقال
- اس سال کو آپؐ نے 'عامُ الحُزن' یعنی غم کا سال قرار دیا
- ابولھب بنی ہاشم کا سردار بن گیا
- مکہ میں انتہائی مایوس کن حالات اور سفرِ طائف
- طائف سے واپسی پر مکہ میں داخلے کے لئے مطعم بن عدی کی پناہ
- سفرِ معراج

☆ 11 نبوی ﷺ :

- مدینہ کے 6 افراد کا قبولِ اسلام

☆ 12 نبوی ﷺ :

- مدینہ کے 12 افراد کا قبولِ اسلام
- بیعتِ عقبہء اُولیٰ
- حضرت مصعب بن عمیرؓ کی مدینہ روانگی

☆ 13 نبوی ﷺ :

- مدینہ کے 72 مردوں اور 3 عورتوں کا قبولِ اسلام
- بیعتِ عقبہء ثانیہ

☆ ھجرتِ مدینہ :

- دورانِ سفرِ ہجرت مسلمانوں کے لئے جنگ کی اجازت (سورہٴ حج آیت :39)
- بعدازاں مسلمانوں کو جنگ کرنے کا حکم (سورہٴ بقرہ آیت :216)

مدنی دور

☆ 1 تا 2 ھجری :

- قریش کے خلاف جنگ کے لئے تیاریاں :

i - مدینہ کے اندرونی استحکام کے لئے اقدامات :

• مسجدِ نبویؐ کی صورت میں مرکز کا قیام

• مہاجر اور انصار صحابہؓ کے درمیان مواخات

• مدینہ میں آباد یہودی قبائل سے میثاقِ مدینہ

ii - قریش کے خلاف مدینہ سے باہر نکل کر اقدامات :

• مکہ اور مدینہ کے درمیان قبائل سے معاہدے

(Political Isolation of Quraish)

• قریش کے تجارتی راستوں کی نگرانی کے لئے آٹھ مہموں کی روانگی

(Economic Blockade of Makkah)

- وادیٔ نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں ایک مشرک کا قتل

- مسلمانوں کی طرف سے ابوسفیان کے تجارتی قافلے کو روکنے کی کوشش

- غزوۂ بدر - رمضان المبارک 2 ہجری (شاندار فتح)

- یہودی قبیلے بنو قینقاع کی عہد شکنی اور مدینہ بدری

☆ 3 تا 4 ھجری :

- سریہ زید بن حارثہؓ

- غزوۂ سویق

- غزوۂ احد - شوال 3 ہجری (نظم کی خلاف ورزی کی وجہ سے وقتی شکست)

- یہودی قبیلے بنو نضیر کی عہد شکنی اور مدینہ بدری

☆ 5 هجری :

- غزوۂ خندق (کفار کی شرمناک ہزیمت)

- یہودی قبیلے بنو قریظہ کو عہد شکنی کی سزا

☆ 6 هجری : صلح حدیبیہ - فتح مبین۔

☆ 7 هجری :

- فتحِ خیبر - عمرۂ قضاء کی ادائیگی

- عرب قبائل میں بھرپور تبلیغی سرگرمیوں کا آغاز

- کئی سربراہانِ حکومت کو خطوط ارسال کیے گئے

- والیٔ غسان کے ہاتھوں نبی اکرمؐ کے قاصد کی شہادت

☆ 8 هجری :

- اہلِ غسان کے ساتھ جنگِ موتہ

- فتحِ مکہ سے اندرونِ عرب اسلامی انقلاب کی تکمیل

- اہلِ طائف کے ساتھ غزوۂ حنین

☆ 9 هجری : مشکل ترین مرحلہ - غزوۂ تبوک

☆ 10 هجری : حجۃ الوداع

☆ 11 هجری : وصال

☆ سیرۃ النبیؐ کی روشنی میں انقلاب کے مراحل :

1 - دعوت (Preaching) :

☆ کسی انقلابی نظریہ کی نشر و اشاعت۔ ایسا نظریہ جو اجتماعی نظام کے سیاسی، معاشی یا معاشرتی پہلوؤں میں سے کسی ایک کی جڑوں پر تیشہ بن کر گرے۔

☆ نبی اکرمؐ کا انقلابی اعلان تھا کلمۂ توحید یعنی ''لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ''۔ بتوں کی وجہ سے قریش کو پورے عرب کی مذہبی سیادت حاصل تھی اور وہ پورے عرب سے معاشی و تجارتی فوائد سمیٹ رہے تھے۔ بتوں کی نفی قریش کے اِس استحصال پر کاری ضرب تھی۔ (القصص آیت :57)

☆ موجودہ دور میں انقلابی نظریہ ہوگا کلمۂ توحید کا عملی پہلو :

زندہ قوت تھی جہاں میں یہ ہی توحید کبھی
آج کیا ہے ؟ فقط اک مسئلۂ علمِ کلام

- سیاست میں حاکمیت اللہ کی، بندوں کے لئے خلافت (یوسف آیت : 40)

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی ، باقی بتانِ آذری

گویا ملوکیت اور جمہوریت کی نفی

ہم نے خود شاہی کو پہنایا ہے جمہوری لباس
جب ذرا آدم ہوا ہے خود شناس و خود نگر

- معیشت میں ملکیت اللہ کی، بندوں کے لئے امانت (لِلّٰهِ مَافِي السَّمٰوٰتِ---)

گویا جاگیرداری اور سرمایہ داری کی نفی

کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک و صاف
منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں

اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و عمل کا انقلاب
پادشاہوں کی نہیں ، اللہ کی ہے یہ زمیں

- معاشرت میں خالق اللہ، بندوں کے درمیان مساوات (الحجرات آیت: 13)

گویا رنگ، نسل، زبان کی بنیاد پر فضیلت کی نفی

☆ دعوت کے حوالے سے قرآنِ حکیم کو بنیادی و مرکزی اہمیت حاصل ہوگی کیوں کہ انقلابی نظریہ کا منبع اور سرچشمہ قرآنِ حکیم ہی ہے۔

2- تنظیم (Organization):

☆ دعوت قبول کرنے والوں کو منظم کر کے ایک انقلابی پارٹی بنانا۔

☆ نبی اکرمؐ نے تنظیم قائم کی بیعتِ سمع واطاعت (Listen & Obey) کی اساس پر

☆ نبی اکرمؐ کے بعد تنظیم قائم ہوگی بیعتِ سمع واطاعت فی المعروف کی اساس پر

☆ تنظیم میں درجہ بندی (Cadres) کے بالکل نئے معیارات ہوں گے:

- انقلابی نظریہ پر یقین کی گہرائی (Depth of Conviction)
- انقلابی نظریہ کے ساتھ وابستگی کی گہرائی (Depth of Devotion)
- انقلابی نظریہ کے لئے انفرادی زندگی میں ایثار و قربانی کی کیفیت

3- تربیت (Training):

☆ منظم ہونے والوں کی انقلاب کی نوعیت کے اعتبار سے تربیت کرنا

☆ نبی اکرمؐ ہر موقع پر صحابہ کرامؓ کی علمی و عملی تربیت فرماتے رہے لیکن آپؐ نے خاص طور پر مکہ میں دارِارقم کو اور مدینہ میں مسجدِ نبوی کو مراکزِ تربیت بنایا۔ آپؐ کے تربیت یافتہ صحابہؓ رات کے راہب اور دن کے مجاہد قرار پائے۔

☆ انقلابی جماعت کی تربیت کے اہداف حسبِ ذیل ہوتے ہیں:

- انقلابی فکر اور نظریہ کو ذہنوں میں راسخ کرنا۔ انقلابی نظریہ کا منبع اور سرچشمہ قرآنِ حکیم ہے لہٰذا قرآنِ حکیم کی فہم و تدبر کے ساتھ مسلسل تلاوت، اس کا حفظ تاکہ تہجد میں ترتیل کے ساتھ تلاوتِ قرآن کی جاسکے اور اجتماعِ جمعہ میں تذکیر بالقرآن، اس ہدف کے حصول کے لئے ضروری ہیں۔
- سمع واطاعت (Listen & Obey) کے نظم کا خوگر بنانا۔ مکی دور میں صحابہ کرامؓ

نے تشدد کے مقابلہ میں جوابی کاروائی نہ کر کے اور کُفُّوْٓا اَیْدِیَکُمْ (اپنے ہاتھ روکے رکھو) کے مشکل حکم پر مسلسل عمل کر کے نظم کی پابندی کی اعلیٰ مثال قائم کی۔

- انقلابی نظریہ کی اشاعت اور سربلندی کے لئے مال جان کی قربانی دینے کے لئے تیار کرنا۔ انسانی فطرت ہے کہ جس شے کو انسان حق سمجھتا ہے اُس کے لئے سب کچھ لٹا دیتا ہے۔ اگر آخرت پر یقین ہو اور یہ حقیقت دل میں راسخ ہو کہ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی (آخرت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے) تو انسان حق کی خاطر قیمتی سے قیمتی شے بھی قربان کرنے پر تیار ہو جاتا ہے۔

- اس طرح سے روحانی تربیت کرنا کہ دلوں میں ایمان کی آب یاری ہو، اللہ سے شدید محبت ہو، عبادات کا ذوق وشوق ہو، فکرِ آخرت اس طرح سے دامن گیر ہو کہ دنیا سے رغبت کم سے کم ہوتی چلی جائے اور شوقِ شہادت بڑھتا چلا جائے، بندوں سے محبت و دشمنی ایمان کی بنیاد پر ہو اور ذاتی زندگی میں انسان قرآنِ حکیم پر عمل کی مثال پیش کر رہا ہو۔

☆ سورہ یونس آیت: 57 کی روشنی میں انقلابی جماعت کی تربیت وتزکیہ کے لئے اصل ذریعہ ہے قرآنِ حکیم۔ قرآنِ حکیم میں انقلابی جماعت کے تربیت یافتہ کارکنوں کے اوصاف مندرجہ ذیل مقامات پر بیان کیے گئے ہیں:

- سورۂ فتح آیت: 29 - سورۂ مائدہ آیت: 54
- سورۂ شوریٰ آیات: 36 - 43 - سورۂ توبہ آیت: 112

4 - صبرِ محض (Passive Resistance):

☆ ہر طنز و تشدد کے مقابلہ میں جوابی اقدام کیے بغیر اپنے موقف پر ڈٹے رہنا۔

☆ انقلابی دعوت کی پہچان ہی یہ ہے کہ ظالمانہ نظام کی طرف سے اُس کو مخالفت کا

سامنا ہو۔لہذا مخالفت کے جواب میں صبرِ محض کا مرحلہ پہلے مرحلے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے

☆ نبی اکرمؐ نے مکی دور میں صحابہ کرامؓ کو ہاتھ روکے رکھنے کا حکم دیا جس کا ذکر سورۂ نساء آیت :77 میں اس طرح کیا گیا" اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُمْ کُفُّوْا اَیْدِیَکُمْ (کیا تم نے نہیں دیکھا اُن لوگوں کو جن سے کہا گیا تھا اپنے ہاتھ روکے رکھو)۔

☆ مخالفت کے جواب میں صبرِ محض کی پالیسی کی حکمت یہ ہے کہ :

- نظامِ باطل کے پاس انقلابی جماعت کو مکمل طور پر کچلنے کا اخلاقی جواز نہ ہو۔
- دعوت و تبلیغ اور برائی کا جواب برائی سے نہ دے کر معاشرے کی خاموش اکثریت کی ہمدردیاں حاصل کر کے اپنی تعداد میں اضافہ کیا جائے۔
- ساتھیوں کی تربیت کے لئے مہلت لی جا سکے۔
- ساتھیوں میں انتقام کے جذبہ کو پکایا جائے تاکہ وقت آنے پر باطل کے خلاف بھرپور وار کیا جا سکے۔

5- اقدام (**Active Resistance**) :

☆ مناسب قوت و اسباب فراہم ہوتے ہی نظامِ باطل کو چھیڑنا۔

☆ نبی اکرمؐ نے ہجرتِ مدینہ کے چھ ماہ بعد قریش کی شہ رگ یعنی ان کی تجارت کے خلاف اقدام کے طور پر اُن کے تجارتی قافلوں کے راستوں کی نگرانی اور پھر ان پر حملوں کا فیصلہ فرمایا۔

6- مسلح تصادم (**Armed Conflict**) :

☆ اقدام کے نتیجہ میں نظامِ باطل کے ردِ عمل کا پامردی سے مقابلہ کرنا۔

☆ نبی اکرمؐ کی جدوجہد کے دوران یہ مرحلہ غزوۂ بدر تا فتح مکہ یعنی تقریباً چھ سال

تک جاری رہا۔

☆ دورِ حاضر میں انقلاب کا طریقہء کار :

- پہلے پانچ مراحل میں کوئی تبدیلی نہیں
- چھٹے مرحلے یعنی مسلح تصادم کے حوالے سے مسلم معاشرے میں چند مشکلات ہیں :
  - مقابلہ باطل نظام کے محافظ کلمہ گو مسلمانوں سے ہے۔
  - کلمہ گو مسلمان حکمرانوں سے تصادم کے لئے فقہاء نے دو شرائط بیان کی ہیں :

i- حکمران کھلم کھلا کفر کا نفاذ کر رہے ہوں۔

ii- مناسب اسباب اس حد تک فراہم کر لئے جائیں کہ فتح کا غالب امکان محسوس ہو۔

- موجودہ دور میں اسباب یعنی ہتھیاروں اور عسکری تربیت کے اعتبار سے حکومت اور عوام میں بہت زیادہ عدم توازن ہے اور حکومت کے ساتھ مسلح تصادم کی صورت میں فتح کا امکان محسوس نہیں ہوتا۔

☆ متبادل راستہ - پرامن اور منظّم احتجاج :

موجودہ دور میں انقلاب کے آخری مرحلے یعنی مسلح تصادم کا متبادل ایک حدیثِ نبویؐ کی روشنی میں "نَهِي عَنِ الْمُنكَر بِالْيَد" کی صورت میں ہوگا لیکن اس کے لئے صبرِ محض کا انداز اختیار کیا جائے گا۔ حدیث کے الفاظ ہیں :

مَنْ رَاٰی مِنْکُمْ مُنْکَرًا فَلْیُغَیِّرْہُ بِیَدِہٖ فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِلِسَانِہٖ
فَاِنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَبِقَلْبِہٖ وَذَالِکَ اَضْعَفُ الْاِیْمَانِ (مسلم)

تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اُسے چاہیئے کہ وہ اُسے ہاتھ سے بدل دے '

اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے بدل دے اور اگر اس کی بھی قوت نہ ہو تو
دل میں برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کم تر درجہ ہے۔

حدیثِ مبارکہ پر عمل کا طریقہ یہ ہوگا کہ ذاتی زندگی میں دینی تعلیمات پر عمل پیرا' خاص طور پر رزق حلال پر قناعت کرنے والے اور شرعی پردے کا اہتمام کرنے والے افراد پر مشتمل منظم جماعت کے ذریعہ منکرات اور ظلم کے خلاف عدم تعاون اور سول نافرمانی کی پُرامن تحریک چلائی جائے گی اور نفاذِ شریعت کے مطالبات کی منظوری تک ملک کے اہم وحساس مقامات واداروں کا منظم و پرامن گھیراؤ کیا جائے گا اور اس دوران حکومت کی طرف سے تشدد و زیادتی کو کسی جوابی کاروائی کے بغیر برداشت کیا جائے گا۔اب دو صورتیں پیش آسکتی ہیں:

1- حکومت انقلابی جماعت کی طرف سے نفاذِ شریعت کے مطالبات کو تسلیم کرلے۔

2- حکومت انقلابی تحریک کو کچلنے کا فیصلہ کرلے۔اگر انقلابی تحریک نے ابتدائی مراحل صحیح طور پر طے کیے ہیں اور اقدام کا فیصلہ درست وقت پر کیا ہے تو عوامی دباؤ حکومت کو بہا لے جائے گا (جیسے ایران میں ہوا) اور انقلابی جماعت برسرِ اقتدار آجائے گی۔اس کے برعکس اگر انقلابی جماعت نے عجلت سے کام لیتے ہوئے ابتدائی مراحل کو صحیح طور پر طے کیے بغیر اقدام کا فیصلہ کرلیا تو اندیشہ ہے کہ انقلابی تحریک کچل دی جائے گی یعنی معاملہ ہوگا تخت یا تختہ کا۔

تفصیلات کے لئے مطالعہ فرمایئے

منہج انقلاب نبوی ﷺ

سیرۃ النبیؐ کا بیان انقلابی انداز میں

مؤلف: ڈاکٹر اسرار احمد صاحب

اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت اور اساس

☆ تمہیدی باتیں:

1 - اسلام دین ہے محض مذہب نہیں۔

2 - اسلام پر بحیثیتِ دین عمل کے لئے انفرادی زندگی کے ساتھ ساتھ اجتماعی زندگی میں بھی اللہ کے احکامات کا نفاذ یعنی اقامتِ دین لازمی ہے۔

3 - یہ ایک عالمگیر حقیقت (Universal Truth) ہے کہ دنیا میں کوئی بھی نتیجہ خیز کام، خواہ منفی ہو یا مثبت، بغیر اجتماعیت قائم کیے ممکن نہیں۔ اسی طرح اگر اسلام پر بحیثیتِ دین عمل کے لئے اقامتِ دین لازمی ہے تو اس کے لئے جدوجہد بھی ایک اجتماعیت کے قیام کی متقاضی ہے۔

☆ اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت:

دینِ اسلام میں اہم امورِ زندگی اور شعائرِ دینی کی ادائیگی کے لئے اجتماعیت اختیار کرنے کی انتہائی تاکید کی گئی ہے، مثلاً:

1- سفر کے حوالے سے ہدایت ہے کہ:

اِذَا خَرَجَ ثَلَاثَۃٌ فِی سَفَرٍ فَلْیُؤَمِّرُوْا اَحَدَھُمْ (ابو داؤد)

جب تم میں سے تین افراد سفر پر نکلیں تو چاہیئے کہ اپنے میں سے ایک کو امیر بنالیں

2- تمام ارکانِ اسلام یعنی نماز، روزہ، اموالِ ظاہرہ پر زکوۃ اور حج کی ادائیگی اجتماعی نظم کے تحت ہوتی ہے۔

3- نمازِ جمعہ اور عیدین کی ادائیگی بغیر اجتماعیت کے ممکن نہیں۔

☆ اجتماعیت کی اہمیت قرآنِ حکیم کی روشنی میں:

قرآنِ حکیم ،انفرادی واجتماعی، ہر سطح پر عمل کے لئے اجتماعیت اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے:

1- انفرادی زندگی میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے یعنی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچنے کے لئے صادقین کی صحبت سے استفادہ ضروری ہے۔(التوبہ:119)

اگر آدمی اکیلے زندگی بسر کر رہا ہے تو کون اُس کی اصلاح کرے گا؟ جماعتی زندگی کی یہ برکت ہے کہ ساتھی خامیوں کی اصلاح کرتے رہتے ہیں اور اس طرح انسان کا تزکیہ ہوتا رہتا ہے۔ (صادقین کی وضاحت الحجرات: 15)

2- دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینے کے حوالے سے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''چاہیئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو خیر کی طرف بلائے، نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں''۔ (آلِ عمران:104)

(خیر کی وضاحت کے لئے ملاحظہ فرمائیے النحل:30)

3- سورۃ العصر میں حق کی تلقین وتاکید کرنے کے لئے تواصی کا لفظ آیا ہے جس کے معنی ہیں مل جل کر اور اہتمام کے ساتھ حق کی تبلیغ کرنا۔

(سب سے بڑا حق ہے اللہ کی زمین پر اللہ کے احکامات کا نفاذ یعنی اقامتِ دین)

4- اقامتِ دین کی جدوجہد کے حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

''اللہ ایسے بندوں سے محبت فرماتا ہے جو اس کے دین کے غلبے کے لئے جنگ کریں مگر اس طرح منظم ہو کر گویا کہ وہ ہوں سیسہ پلائی ہوئی دیوار''۔ (الصف:4)

5- سورۃ المائدہ رکوع 4 میں بیان کیا گیا کہ اللہ کے دو جلیل القدر رسول حضرت موسیٰؑ اور حضرت ہارونؑ باوجود شدید خواہش کے دین غالب نہ کر سکے کیوں کہ قوم نے ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا۔گویا بغیر اجتماعیت کے دین کے غلبے کی جدوجہد کامیاب نہیں ہو سکتی۔

☆ اجتماعیت کی اہمیت احادیث کی روشنی میں :

1 – عَنْ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَاِيَّاكُمْ وَالْفِرْقَةَ فَاِنَّ الشَّيْطٰنَ مَعَ الْوَاحِدِ وَهُوَ مِنَ الْاِثْنَيْنِ اَبْعَدُ مَنْ اَرَادَ بِحِبْوَحَةِ الْجَنَّةِ فَلْيَلْزِمِ الْجَمَاعَةِ (ترمذی)

حضرت عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ "تم پر جماعت کا التزام کرنا لازم ہے اور یہ کہ جدا ہونے سے بچو۔ پس بے شک شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے نسبتاً زیادہ دور ہوتا ہے۔ جوکوئی جنت کی خوشبو (کے حصول) کا طلب گار ہو پس وہ جماعت کے ساتھ جڑا رہے۔

2 – عَنِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ وَمَنْ شَذَّ شُذَّ اِلَى النَّارِ (الجامع الصغیر)

حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ بے شک اللہ کے رسولؐ نے فرمایا جماعت پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے جوکوئی جماعت سے علیحدہ ہوا، وہ علیحدہ کردیا گیا جہنم کی طرف۔

3 – عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثٌ لَايَغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ مُسْلِمٍ اِخْلَاصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ وَمُنَاصَحَةُ وُلَاةِ الْاَمْرِ وَ لُزُوْمُ الْجَمَاعَةِ فَاِنَّ دَعْوَتَهُمْ تُحِيْطُ مِنْ وَّرَآئِهِمْ (ترمذی ، ابو داؤد)

حضرت زید بن ثابتؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے اللہ کے رسولؐ سے سنا کہ تین باتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے ایک مسلمان کا دل نفاق میں مبتلا نہیں ہوتا، عمل کا خالصتاً اللہ کے لئے ہونا، ذمہ دار حضرات کے ساتھ خیر خواہی و وفاداری کرنا اور جماعت کے ساتھ چمٹے رہنا کہ بے شک جماعت والوں کی دعائیں اسے محفوظ رکھتی ہیں۔

4- عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ ؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنَّ الشَّيْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ كَذِئْبِ الْغَنَمِ يَاْخُذُ الشَّاةَ الْقَاصِيَةَ وَالنَّاحِيَةَ وَاِيَّاكُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ (مسند احمد)

حضرت معاذ بن جبلؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا کہ بے شک شیطان انسان کے لئے اسی طرح کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کے لئے بھیڑیا ہوتا ہے۔ وہ ایسی بکری کو پکڑتا ہے جو ریوڑ سے دور ہوتی ہے یا کنارے کنارے چلتی ہے۔ تم بچو پہاڑ کی گھاٹیوں (یعنی گمراہی) سے اور جماعت اور عوام کے ساتھ رہو۔

مندرجہ بالا احادیث میں مسلمانوں کو الجماعۃ کے ساتھ رہنے کی تلقین کی گئی ہے۔ الجماعۃ سے مُراد پوری کی پوری اُمت مسلمہ ہے جبکہ وہ ایک امیر کی قیادت میں متحد ہو۔ البتہ بحالتِ موجودہ دنیا میں الجماعۃ موجود ہی نہیں اور مسلمان مختلف قومیتوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس صورتِ حال میں مندرجہ بالا احادیث پر عمل کا طریقہ یہ ہے کہ ایسی جماعت میں شامل ہوا جائے جو پھر سے الجماعۃ قائم کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

☆ اجتماعیت کی اساس :

2- شخصی بیعت کی بنیاد پر	1- دستوری	
اہم دینی ذمہ داری جس سے لوگ غافل ہوتے ہیں۔	حقوق کا حصول/ اصلاح جس کا احساس بیک وقت لوگوں کو ہوتا ہے۔	i - مقصد:
مضبوط	ڈھیلا	ii - نظم:
منصوص/ مسنون/ ماثور معقول عقلی و منطقی	قرآن/ حدیث/ سلف صالحین کی روایات سے کوئی ثبوت نہیں	iii - سند:

☆ اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس منصوص ہے:

اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس منصوص ہے یعنی اس اساس کے لئے قرآن وحدیث میں واضح دلائل موجود ہیں۔

← قرآنِ حکیم سے دلائل :

1- سورۃ التوبہ آیت :111 میں فرمایا گیا:

''بے شک اللہ تعالیٰ نے اہلِ ایمان کی جانیں اور مال خرید لئے ہیں جنت کے عوض۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں (کافروں کو) اور قتل کئے جاتے ہیں۔ یہ (جنت کا) کا وعدہ اللہ کے ذمہ ہے تورات، انجیل اور قرآن میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر کون وعدے کو پورا کرنے والا ہے۔ پس خوشیاں مناؤ اس سودے پر جو تم نے اللہ کے ساتھ کیا اور یہی ہے شاندار کامیابی''۔

اس آیت میں اُس سودے کا ذکر ہے جو ایک شخص کلمہ طیبہ پڑھ کر اللہ کے ساتھ کرتا ہے۔ اس سودے کے لئے بیع کا لفظ آیا ہے جس سے لفظ بیعت بنا ہے۔ یہ بیع اللہ کے ساتھ ہے لیکن اس کے لئے بیعت (Hand Shake) اللہ کے رسولؐ کے ساتھ اور ان کے بعد کسی اُمتی کے ساتھ ہوگی۔ اس طرح سے بیعت کرنے والوں کی صفات اگلی آیت میں بیان کی گئی ہیں:

'' وہ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، دنیوی لذتوں کو ترک کرنے والے، رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، نیکی کا حکم دینے والے، برائی سے روکنے والے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے ہیں''۔

2- سورۃ الفتح آیت :10 میں بیعتِ رضوان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا گیا:

''بے شک جو لوگ (اے نبیؐ) آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے ہیں وہ دراصل

اللہ کے ساتھ بیعت کر رہے ہیں۔ ان کے ہاتھوں کے اُوپر اللہ کا ہاتھ ہے"۔
اسی سورۃ کی آیت : 18 میں مزید فرمایا گیا:
"اللہ راضی ہو گیا ان مومنوں سے جو (اے نبیؐ) آپ کے ہاتھ پر بیعت کر رہے تھے درخت کے نیچے"۔

3- سورۃ الصّف آیت :9 میں اللہ کے دین کے غلبہ کو نبی اکرمؐ کا مقصدِ بعثت قرار دیا گیا۔ اس سورۃ کی بقیہ آیات میں مختلف اسالیب سے اہلِ ایمان کو غلبہ دین کی جدوجہد میں شامل ہونے کی دعوت دی گئی ہے۔ آخری آیت میں وضاحت فرمادی گئی ہے کہ نصرتِ دین کے لئے جماعت کس طرح بنے گی :
" اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کے مددگار بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ ابن مریمؑ نے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا کہ کون ہے میرا مددگار اللہ کے لئے"۔
شخصی بیعت کے طریقہ کار میں بھی ایک اللہ کا بندہ، اللہ کی یعنی اس کے دین کی نصرت کے لئے آواز لگاتا ہے "مَنْ اَنْصَارِی اِلَی اللّٰهِ" اور جن لوگوں کو اللہ کے اس بندے پر اعتماد اور اس کے اختیار کردہ طریقہ کار پر اطمینان ہوتا ہے، وہ اس کی پکار پر لبیک کہہ کر جماعت کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔

4 - سورۃ التغابن آیت : 16 میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
"پس اللہ کی نافرمانی سے بچو اپنی امکانی حد تک اور سنو اور اطاعت کرو"۔ اس آیت پر عمل اسی وقت ممکن ہے جبکہ کوئی ہمارا امیر ہو اور ہم اُس کا حکم سنیں اور پھر اُسے بجالائیں۔ صحابہ کرامؓ نبی اکرمؐ کا حکم سن کر اطاعت کرتے تھے۔ خلافتِ راشدہ کے دور میں امارت کا منصب خلفاء کو حاصل تھا۔ لیکن خلافت کے خاتمہ کے بعد اس حکم پر عمل کی ایک ہی صورت ہے کہ احیائے خلافت کے لئے کوشش کرنے والی جماعت کے امیر کے حکم کو سنا اور مانا جائے۔

5- واقعاتِ قرآنی جن میں سمع وطاعت کے نظم کو نمایاں کیا گیا ہے :

* سورۃ البقرۃ رکوع 32 - 33 میں حضرت طالوت کی جالوت کے ساتھ جنگ کا تذکرہ ہے۔ حضرت طالوت نے نظم کے اعتبار سے اپنے لشکر کا جائزہ لیا۔ انھوں نے اپنے ساتھ چلنے والوں سے کہا کہ راستے میں ایک نہر آ رہی ہے۔ جس نے بھی اس سے سیر ہو کر پانی پیا وہ میرے ساتھ آگے نہ جا سکے گا۔ لہٰذا حضرت طالوت کے ساتھ جنگ میں وہی جواں مرد شریک ہوئے جنھوں نے سمع وطاعت کے نظم کا مظاہرہ کیا۔

* سورۂ آلِ عمران رکوع 13 - 18 میں جنگِ اُحد پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ اس جنگ میں اللہ نے مسلمانوں کی شکست کا ذمہ داران حضرات کو قرار دیا جنہوں نے اپنے امیر حضرت عبداللہ بن جبیرؓ کے حکم کو نہ مانا اور پہاڑی درہ چھوڑ کر نیچے آگئے (آیت : 152)۔ **35** ساتھیوں نے سمع وطاعت کا اصول توڑا لہٰذا فتح شکست میں بدل گئی اور **70** صحابہ کرامؓ شہید ہو گئے۔

* سورۃ النمل میں ملکہ سبا کا واقعہ بیان ہوا ہے۔ ملکہ نے جب اپنے ماتحت سرداروں کے سامنے حضرت سلیمانؑ کے خط اور ان کی دعوت کا ذکر کیا تو سرداروں کا جواب سمع وطاعت کے نظم کے عین مطابق تھا :

''ہم بڑے زور آور اور جنگجو ہیں اور اب معاملہ آپ کے اختیار میں ہے آپ دیکھئے کہ کیا حکم دینا چاہتی ہیں''۔ (آیت :33)

احادیثِ مبارکہ سے دلائل :

1- عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ يَقُوْلُ مَنْ خَلَعَ يَدًا مِنْ طَاعَةٍ لَقِيَ اللّٰهَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَلَا حُجَّةَ لَهٗ

وَمَنْ مَّاتَ وَلَيْسَ فِيْ عُنُقِهٖ بَيْعَةٌ مَّاتَ مِيْتَةً جَاهِلِيَّةً (مسلم)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں نے سنا اللہ کے رسولؐ کو، وہ فرمار ہے تھے، جس نے امیر کی اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا وہ روزِ قیامت اللہ سے اس طرح ملے گا کہ اس کے پاس کوئی دلیل نہ ہوگی اور جو کوئی مر گیا اس حال میں کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہ تھا وہ مرا جاہلیت کی موت۔

اسلام سے قبل کا دور، دورِ جاہلیت کہلاتا ہے۔ اسلام کے آنے کے بعد تو اب تین ہی صورتیں ممکن ہیں:

i - اسلام غالب ہو اور تمام مسلمانوں نے خلیفۃ المسلمین کے ہاتھ پر بیعت کر رکھی ہو۔

ii - اسلام مغلوب ہو۔ اس صورت میں ہر مسلمان کو کسی ایسی جماعت کے امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے اس جماعت میں شامل ہونا چاہیئے جو پھر سے اسلام کو غالب کرنے کی کوشش کر رہی ہو۔

iii - اسلام مغلوب ہو اور کوئی جماعت ایسی موجود نہ ہو جو پھر سے غلبۂ دین کے لئے کوشاں ہو یا جماعت تو موجود ہو لیکن جماعت کے امیر یا جماعت کے طریقہ کار سے اہم نوعیت کا اختلاف ہو۔ ایسی صورت میں اختلاف کرنے والے فرد کو چاہیئے کہ خود داعی بن کر کھڑا ہو اور لوگوں کو اقامتِ دین کی جدوجہد کے لئے اپنے ساتھ شامل کرنے کی کوشش کرے۔

2 - عَنِ الْحَارِثِ الْاَشْعَرِیؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اٰمُرُکُمْ بِخَمْسٍ بِالْجَمَاعَةِ وَالسَّمْعِ وَالطَّاعَةِ وَالْهِجْرَةِ وَالْجِهَادِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ

(ترمذی، مسند احمد)

حضرت حارث الاشعریؓ سے روایت ہے کہ فرمایا اللہ کے رسولؐ نے ''میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دیتا ہوں جماعت اختیار کرنے کا' سننے کا' اطاعت کرنے کا' ہجرت کرنے کا اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا''۔

اس حدیث کے آخر میں ہجرت اور جہاد کا حکم دیا گیا ہے۔ ہجرت اور جہاد دونوں کے درجات ہیں۔ ایک حدیثِ نبوی کی روشنی میں **افضل ھجرت** ہر اس کام کو ترک کر دینا ہے جو اللہ کو ناپسند ہو۔ **اعلیٰ ھجرت** یہ ہے کہ جب کسی معاشرے میں بُرائی کے خلاف جدوجہد کرنے والوں کی قوت اتنی بڑھ جائے کہ ظالمانہ نظام کے محافظ ان کی جانوں کے دشمن ہو جائیں اور پھر انہیں اپنی اس سرزمین سے ہی ہجرت کرنی پڑ جائے۔ اسی طرح **افضل جھاد** ہے نفس کے خلاف کوشش تاکہ اُسے شریعت پر عمل کا پابند کیا جا سکے۔ **اعلیٰ جھاد** اُس وقت ہوتا ہے جب اتنی قوت فراہم کر دی جائے کہ دشمن جہاد کرنے والوں کو کچلنے کے لئے میدان میں آجائے اور جہاد قتال میں بدل جائے۔ ظلم اور منکرات کے خلاف منظم اجتماعی جدوجہد کے بغیر **اعلیٰ ھجرت** اور **اعلیٰ جھاد** کے مراحل آ ہی نہیں سکتے۔ اسی لئے حدیث میں پہلے جماعت کے التزام کا حکم دیا گیا اور جماعت کا نظم یہ بتایا گیا کہ سنو اور مانو۔ اس کے بعد ہجرت و جہاد کا ذکر ہے۔

3- عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ مَنْ اَطَاعَنِى فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِىْ فَقَدْ عَصَى اللّٰهَ وَمَنْ اَطَاعَ اَمِيْرِى فَقَدْ اَطَاعَنِىْ وَمَنْ عَصٰى اَمِيْرِىْ فَقَدْ عَصَانِىْ (بخاری)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ بے شک فرمایا اللہ کے رسول ﷺ نے

جس نے میری اطاعت کی پس اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی پس اس نے اللہ کی نافرمانی کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے مقرر کردہ امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

ایک متفق علیہ روایت میں یہ آپؐ نے عمومی طور پر فرمایا:

مَنْ يُّطِعِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِيْ وَمَنْ يَّعْصِ الْاَمِيْرَ فَقَدْ عَصَانِيْ

جو امیر کی اطاعت کرتا ہے اس نے میری اطاعت کی اور جو امیر کی نافرمانی کرتا ہے اس نے میری نافرمانی کی۔

4 - اِنَّهٗ لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِجَمَاعَةٍ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِاِمَارَةٍ وَلَا اِمَارَةَ اِلَّا بِطَاعَةٍ

(سنن دارمی)

یقیناً اسلام ہے ہی نہیں بغیر جماعت کے اور جماعت ہے ہی نہیں بغیر امارت کے اور امارت ہے ہی نہیں بغیر (امیر کے احکامات کی) اطاعت کے۔

یہ حضرت عمرؓ سے مروی موقوف حدیث ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ غیر جماعتی زندگی دراصل غیر اسلامی زندگی ہے۔ پھر اصل میں وہی اجتماعیت، جماعت کہلانے کی حقدار ہے جس کا ایک امیر ہو اور اس امیر کی اطاعت کی جارہی ہو۔

☆ اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس مسنون ہے:

نبی اور اُمتی کا رشتہ انسانی زندگی کا اہم ترین رشتہ ہے۔ کسی ہستی کو نبی مان لینے کے بعد اس کے ہر حکم کی اطاعت لازم ہے اور نافرمانی سے انسان کا ایمان ہی معتبر نہیں

رہتا (سورۃ الاحزاب آیت:36)۔لہذا نبی کریمؐ کو اس کی ضرورت نہ تھی کہ اپنے اُمتیوں سے سمع و طاعت کی بیعت لیں۔لیکن آپؐ نے بعد میں آنے والوں کے لئے ایک سنت جاری فرمائی اور مختلف مواقع پر صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔اس سلسلے میں چند مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

1- امام نسائیؒ نے اپنے مجموعہ حدیث کی جلد دوم "کِتَابُ الْبَيْعَةِ" میں نبی اکرمؐ کی مختلف عنوانات سے مندرجہ ذیل دس بیعتوں کا ذکر کیا ہے:

i - البیعة علی السمع و الطاعة ii - البیعة علی الاثر

iii - البیعة علیٰ ان لا ننازع الامر اهله iv - البیعة علی الموت

v - البیعة علی القول بالحق iv - البیعة علی القول بالعدل

vii - البیعة علی النصح لکل مسلم viii - البیعة علی ان نفر

ix - البیعة علی الجهاد x - البیعة علی الهجرة

2- 12 نبوی میں اہل یثرب سے لیلة العقبة میں بیعت لی گئی- بیعتِ عقبہ اولیٰ

3 - 13 نبوی میں اہل یثرب سے بیعت لی گئی-- بیعتِ عقبہ ثانیہ

4 - 5 ہجری میں غزوہ احزاب سے قبل خندق کی کھدائی کے دوران کا ایک واقعہ جس میں بیعتِ جہاد کا ذکر ہے:

نَحْنُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا مُحَمَّدًا عَلَى الْجِهَادِ مَا بَقِيْنَا اَبَدًا

"ہم ہیں وہ جنہوں نے محمدؐ کے ہاتھ پر رہتے دم تک جہاد کے لئے بیعت کی ہے"۔(بخاری)

5 - 6 ہجری میں صلح حدیبیہ سے قبل بیعتِ رضوان (خونِ عثمانؓ کا بدلہ لینے کے لئے)

6- خواتین سے بیعت -- بیعت النساء (سورۃ الممتحنہ:12)

☆ اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس ماثور ہے:

اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس ماثور ہے یعنی سلف صالحین سے اسی اساس کا ثبوت ملتا ہے۔ البتہ یہ اصول طے ہے کہ نبی اکرمؐ کے بعد جس کے ہاتھ پر بھی بیعت کی جائے گی وہ بیعت سمع وطاعت فی المعروف ہوگی۔ یعنی صرف ایسی باتوں کے ذیل میں امیر کی اطاعت کی جائے گی جو قرآن وسنت کی تعلیمات کے خلاف نہ ہو۔

شخصی بیعت کے حوالے سے اسلاف سے ہمیں حسبِ ذیل مثالیں ملتی ہیں:

1 - خلافتِ راشدہ میں چاروں خلفاء کی خلافت بیعت سمع وطاعت کے نظم پر قائم ہوئی۔

2 - دور ملوکیت میں حکمران خود کو خلیفہ کہلواتے رہے اور عوام سے بیعت لیتے رہے۔

3 - دورِ ملوکیت میں حکومت کے خلاف تحریکیں بیعت کی اساس پر اُٹھائی گئیں۔ جن اصحاب نے یہ تحریکیں برپا کیں وہ حسبِ ذیل ہیں:

i - حضرت حسینؓ بن علیؓ	شہادت 61 ہجری	دورِ بنی اُمیہ
ii - حضرت عبداللہ بن زبیرؓ	شہادت 73 ہجری	دورِ بنی اُمیہ
iii - حضرت زید بن علی بن حسینؒ	شہادت 121 ہجری	دورِ بنی اُمیہ
iv - حضرت محمد بن عبداللہ (نفس ذکیہ)	شہادت 145 ہجری	دورِ بنی عباس
v - حضرت حسین بن علی	شہادت 170 ہجری	دورِ بنی عباس

4 - دورِ ملوکیت میں صوفیاء نے لوگوں کی رشد واصلاح کے لئے بیعت ارشاد کی بنیاد پر تصوف کے سلسلوں کا آغاز کیا۔

5 - دورِ غلامی میں غیر مسلم حکومتوں کے خلاف آزادی اور احیائے اسلام کی تحریکیں بیعت کی اساس پر چلائی گئیں۔ لیبیا میں سنوسی تحریک، سوڈان میں مہدی تحریک، نجد

میں وھابی تحریک اور برعظیم پاک ہند میں تحریک شہیدین کی اساس بیعت پر تھی۔

6- بیسوی صدی عیسوی میں احیائے دین کے لئے جو تحریکیں شروع ہوئیں اُن میں مصر کی الاخوان المسلمون (امیر حسن البنّـــی شہیدؒ) اور برعظیم پاک وہند میں حزب اللہ (امیر مولانا ابوالکلام آزاد) کی بنیاد بیعت پر رکھی گئی۔

1920ء میں شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ نے تجویز پیش کی کہ مولانا ابوالکلام آزاد کو امام الہند مان کران کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی جائے لیکن بعض وجوہات کی بناء پر اس تجویز پر عمل نہ ہوسکا۔

دسمبر 1994ء میں ڈاکٹر برہان احمد فاروقی صاحب کی کتاب ''علامہ اقبال اور مسلمانوں کا سیاسی نصب العین'' شائع ہوئی۔ اس کتاب میں ڈاکٹر صاحب نے انکشاف کیا اور شواہد پیش کیے کہ علامہ اقبال بھی اپنی زندگی کے آخری دور میں جمیعت شبان المسلمین کے نام سے ایک جماعت بنانا چاہتے تھے جس کی اساس بیعت کے اصول پر قائم کرنے کا ارادہ تھا اور جس کا مقصد دین اسلام کا احیاء تھا۔

(ملاحظہ فرمایئے علامہ اقبال کی آخری خواہش، مؤلف: حافظ عاکف سعید)

☆ اجتماعیت کے لئے بیعت کی اساس معقول ہے:

1- دنیا میں کوئی نظام یا ادارہ چل ہی نہیں سکتا جب تک کے اس میں کوئی ایک ایسا عہدیدار یا Cader موجود نہ ہو جس کا فیصلہ حتمی یا حرف آخر ہو۔ یہ ہی وجہ ہے کہ انتظامی حوالے سے یہ بات خواہی نخواہی تسلیم کی جاتی ہے کہ

"Boss is Always Right"

2 - کسی بھی اجتماعیت کے نظم کا تعلق اس کے کام اور ہدف سے ہوتا ہے۔ اگر کوئی

اجتماعیت محض خدمتِ خلق، تبلیغ، تدریس، نشرواشاعت وغیرہ کے لئے بنی ہے اور جس میں کسی قوت سے عملی ٹکراؤ کی نوبت آنے کا امکان نہیں وہاں ڈھیلا ڈھالا نظم بھی چل سکتا ہے۔ البتہ جہاں معاملہ انقلابی نوعیت کا یعنی نظام کی تبدیلی کا ہو اور کسی دشمن سے ٹکراؤ کا اندیشہ بھی ہو وہاں تو سمع وطاعت ہی کا نظم نتیجہ خیز ہوسکتا ہے۔ یہ ہی وجہ ہے کہ Army Discipline کے لئے الفاظ استعمال کئے جاتے ہیں:

Their's Not to Reason Why

Their's But to Do and Die

3 - دنیا میں آج تک جتنے بھی اہم اور قابلِ ذکر کام ہوئے ان کے پیچھے کسی ایک ہی شخصیت کی رہنمائی وقیادت ہمیں نظر آتی ہے۔ بقول مولانا مودودیؒ :

'' کوئی تحریک اس کے بغیر نہیں چل سکتی کہ اس کو ایک شخصیت لے کر چلے جسے تحریک کے اندر بھی دلوں اور دماغوں پر غیر معمولی اثر حاصل ہو اور تحریک کے گردوپیش عام پبلک میں بھی اس کے اثرات پھیلتے چلے جائیں۔ دینی تحریک ہو یا دنیوی، ایک شخصیت کے بغیر اس کا کام نہیں چلتا۔ اللہ تعالیٰ نے خود اسلامی تحریک کے لئے انبیاء کی شخصیتیں سامنے لاکر رکھ دیں اور ان کا غیر معمولی وزن اپنی مشیت ہی سے نہیں، اپنے احکام سے بھی قائم کیا۔ انبیاء کے بعد جب اور جہاں بھی کوئی دینی تحریک اُٹھی ہے ایک شخصیت کے بل پر اُٹھی ہے، اور بڑی بڑی شخصیتوں نے کسی دنیوی غرض کے لئے نہیں بلکہ خدا کے دین کی خاطر یہ ایثار کیا ہے کہ اپنا سارا وزن اس کے وزن میں شامل کر کے اس کا وزن بڑھایا اور گردوپیش کی دنیا میں اس کا اثر قائم کیا''۔

(اقتباس از تحریک جماعتِ اسلامی کا ایک گمشدہ باب صفحہ 316، مؤلف: ڈاکٹر اسرار احمد)

مثالی نظم جماعت کے لئے شاہکار حدیث

تنظیم اسلامی کے نظم کی اساس

عَنْ عُبَادَةِ بْنِ الصَّامِتِ ؓ قَالَ بَايَعْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ عَلَى السَّمْعِ وَالطَّاعَةِ فِي الْعُسْرِ وَالْيُسْرِ وَالْمَنْشَطِ وَالْمَكْرَهِ وَعَلٰى اَثَرَةٍ عَلَيْنَا وَعَلٰى اَنْ لَّا نُنَازِعَ الْاَمْرَ اَهْلَهٗ وَعَلٰى اَنْ نَّقُوْلَ بِالْحَقِّ اَيْنَمَا كُنَّا لَا نَخَافُ فِي اللّٰهِ لَوْمَةَ لَائِمٍ

(متفق علیه)

عبادہ بن صامت ؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم نے اللہ کے رسول ﷺ سے بیعت کی سننے اور اطاعت کرنے کی مشکل اور آسانی میں، دلی آمادگی اور ناگواری میں اور خواہ کسی کو ہم پر ترجیح دے دی جائے اور یہ کہ ہم ذمہ دار حضرات سے نہیں جھگڑیں گے اور یہ کہ ہم جہاں کہیں ہوں گے حق بات ضرور کہیں گے اور اللہ کے معاملہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کریں گے۔

☆ اجتماعیت کے انتخاب کے لئے معیارات:

1 - اعلانیہ مقصد (Declared Goal) دین کو مکمل نظامِ زندگی کے طور پر قائم کرنا ہو

2- بنیاد انتہائی منظم یعنی بیعتِ سمع وطاعت (Listen & Obey) کے نظام پر ہو

3- دعوت اور نظامِ تربیت میں قرآنِ حکیم کو مرکزی اہمیت حاصل ہو

4 - قیادت کی سیرت و کردار پر اعتماد ہو

5- انقلاب کے لئے طریقہء کار سنتِ نبوی ﷺ سے ماخوذ ہو